

اذان کے کلمات

عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ عَلَّمَهُ هَذَا الْاَذَانَ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ
أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ
أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ثُمَّ يَعُودُ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ
أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ
اللَّهِ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ مَرَّتَيْنِ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ مَرَّتَيْنِ زَادَ إِسْحَاقُ اللَّهُ
أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

حضرت ابو محذورہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ انھیں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ اذان سکھائی: 'اللَّهُ أَكْبَرُ' (اللہ بہت بڑا ہے)، 'اللَّهُ أَكْبَرُ' (اللہ بہت بڑا ہے)، 'أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ' (میں اعلان کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں)، 'أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ' (میں اعلان کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں)، 'أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ' (میں اعلان کرتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں)، 'أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ' (میں اعلان کرتا ہوں کہ محمد اللہ کے

رسول ہیں)۔ آپ پھر دہراتے ہیں اور کہتے ہیں: 'أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ' (میں اعلان کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں)؛ 'أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ' (میں اعلان کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں)؛ 'أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ' (میں اعلان کرتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں)؛ 'أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ' (میں اعلان کرتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں)؛ 'حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ' (نماز کی طرف آؤ) دوبارہ؛ 'حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ' (فلاح کی طرف آؤ) دوبارہ۔ اسحاق کی روایت میں 'اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ' کا اضافہ بھی ہے۔

لغوی مباحث

'أَكْبَرُ': یہ فعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ یہ تقابل کے معنی میں بھی آتا ہے اور مطلق تفضیل کے معنی میں بھی۔ ترجمہ "اللہ سب سے بڑا ہے" کیا جائے یا "اللہ بہت بڑا ہے"؛ دونوں ترجمے مطلق تفضیل کو بیان کرنے کے لیے ہیں۔

معنی

اس روایت میں قابل غور مسئلے دو ہیں:

ایک یہ کہ اس میں پہلی تکبیر دوبارہ ہے۔

دوسرا یہ کہ اس میں شہادتین کو ایک بار کہنے کے بعد دوبارہ کہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

سوال یہ ہے کہ واقعۃً نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبار تکبیر کہنے کو تعلیم کیا ہے یا یہ بیان کرنے یا سمجھنے میں تسامح ہے؟

عام اصول یہ ہے کہ یہ فیصلہ راویوں کے صدق و ضبط اور روایت کی تقدیم و تاخیر وغیرہ کی روشنی میں کیا جائے۔ ہمارے

نزدیک یہ فیصلہ ان شواہد کی روشنی میں ہونا چاہیے جو زمانہ رسالت میں اس معاملے پر عمل کے حوالے سے فقہ، حدیث

اور تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ زمانہ رسالت میں اذان میں تریج، یعنی اذان کی ابتدا میں چار بار 'اللَّهُ أَكْبَرُ'،

کہنا ہی مروج تھا۔ دوبار کہنے کی راے بعد میں پیدا ہوئی اور اس کی وجہ وہ روایات ہیں جن میں دوبار کہنے کا ذکر ہے۔

چھلی روایت کی شرح میں 'بدایۃ المجتہد' کا اقتباس ہم نقل کر چکے ہیں۔ اس اقتباس سے واضح ہے کہ اختلاف راے

کی وجہ روایات کا اختلاف ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اذان میں ترجیع ہی تھی۔

یہی صورت ترجیح، یعنی شہادتین کو دو دو بار کہنے کے بعد، پھر دو دو بار کہنے کی ہے۔ قوی قرآن و شواہد اسی کے حق

میں ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ترجیع نہیں تھی۔

سوال یہ ہے کہ پھر یہ روایات کس چیز کا بیان ہیں۔ اس روایت کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ اس میں تکبیر کے تشبیہ کا ذکر محض اتفاقی ہو اور شہادتین کے دہرانے کا معاملہ صرف وقتی ہو، یعنی یہ بات صرف سکھانے کے موقع پر پیش آئی ہو، لیکن تاریخی طور پر معلوم ہے کہ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ ترجیع کے ساتھ مکہ میں اذان دیتے رہے ہیں۔ اسی طرح ابو داؤد کی روایت میں ترجیع کا معاملہ براہ راست حضور کی نسبت سے بیان ہوا ہے۔ مزید براں ابو داؤد ہی میں ایک متن میں حضرت بلال والی اذان بھی مروی ہے۔ روایت کے متون کا تجزیہ کر کے کوئی حتمی بات کہنا ممکن نہیں ہے۔ ہر نقطہ نظر کے حق میں قرائن موجود ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وقتی اور اتفاقی ہونے کا پہلو زیادہ قرین قیاس ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ترجیع کی موجودگی اور ترجیع کی عدم موجودگی کا یقینی ہونا، روایت کی مذکورہ بالا توجیہ کو کافی قوی بنادیتا ہے۔

اس حوالے سے ایک سوال یہ ہے کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے ادا کرنے کے کسی ایک طریقے کی

۱۔ سچھلی روایت کی شرح میں ہم نے ”بدایۃ المجتہد“ سے فقہا کی آرا کا خلاصہ نقل کیا تھا۔ یہاں ہم فقہی آرا کی ایک اور کتاب کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔ ”الفقہ الاسلامی وادلتہ“ کے مصنف وہبہ زحیلی اذان کے ضمن میں لکھتے ہیں:

”فقہا اذان کے اصل کلمات پر، جو معروف ہیں، بغیر کسی کمی بیشی کے تواتر سے نقل ہوئے ہیں اور یہ بھی کہ وہ دہرے

دہرے ہیں، متفق ہیں۔ اسی طرح وہ تھویب پر بھی متفق ہیں۔ تھویب سے مراد فجر کی اذان میں 'فلاح' کے بعد دوبارہ الصَّلٰوۃ

خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، کہنے کا اضافہ ہے۔ یہ عمل سنت سے ثابت ہے، جیسا کہ ابو داؤد اور احمد نے حضرت بلال اور حضرت ابو مخزومہ

سے روایت کیا ہے کہ جب فجر کا وقت ہو تو دوباراً الصَّلٰوۃَ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، کہو۔ البتہ ان کا ترجیح میں اختلاف ہے۔ ترجیح

یہ ہے کہ شہادتین کو جبراً کہنے سے پہلے سراً کہا جائے۔ مالکیہ اور شافعیہ نے اسے اختیار کیا ہے اور حنفیہ اور حنابلہ نے اسے

اختیار نہیں کیا۔ البتہ حنا بلہ ترجیح کو کمزور قرار نہیں دیتے۔ حنفیہ اور حنا بلہ کا مختار قول یہ ہے کہ اذان پندرہ کلمات ہے: اَللّٰهُ

اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ

مُحَمَّدًا رَسُولَ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ

عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک اذان کے

تحدید کی تھی؟ استاد محترم کا نقطہ نظر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عمومی طریقہ اذان اَللّٰهُ اَكْبَرُ چار بار اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے سوا باقی کلمات کو دوبار کہنے کا تھا۔ گویا ان کے نزدیک کلمات کی تکرار میں کمی بیشی کرنے میں حرج نہیں ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ کم از کم مدینے میں اذان کا وہی طریقہ رائج رہا ہے جو ہمارے ہاں مروج ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تقرر کے بعد ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے مکہ میں ترجیع کے طریقے پر اذان دی۔ اس پر کسی تنقید کی کوئی روایت ریکارڈ پر نہیں ہے۔ اس سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اذان کے کلمات کی تکرار کے حوالے سے وسعت کے قائل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس روایت کے شارحین نے بالعموم اذان کی روایات میں مذکور طریقوں کو مباح قرار دیا ہے۔ ہمارے خیال میں روایات سے حاصل ہونے والی معلومات اسی نتیجے تک پہنچاتی ہیں۔

میرا خیال یہ ہے کہ اذان کا اصل طریقہ وہی ہے جو احناف نے اختیار کیا ہے۔ روایات میں موجود داخل قرآن بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔

کلمات اذان کی ترتیب اور ان کا پیغام اسے عبادت کی طرف بلانے کے تمام طریقوں سے بہت ممتاز کر دیتا ہے۔ اللہ کی کبریائی اور توحید کے تکرار اعلان سے اذان شروع ہوتی ہے اور اسی پر ختم ہوتی ہے۔ گویا وہ عقیدہ جس پر تمام عقیدوں کا انحصار ہے، اسے اول و آخر میں رکھ کر اس کے محیط ہونے کے پہلو کو نمایاں کر دیا گیا ہے۔ رسالت محمدی کا اقرار امت مسلمہ کا دوسرا امتیازی وصف ہے۔ چنانچہ اقرار توحید کے بعد اسے رکھ دیا گیا ہے۔ درمیان میں نماز کی طرف دعوت اور نماز کی اہمیت کا بیان ہے۔ آؤ نماز کی طرف اور آؤ فلاح کی طرف کے متوازی جملوں نے نماز اور فلاح اخروی کو ہم معنی بنا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نماز انسان کے خدا سے تعلق کا بیان و اظہار ہے۔ اس کے اعمال کبریائی کے ادراک سے پیدا ہوتے اور اس کے اذکار حمد و تسبیح اور دعا و مناجات کی صورت میں خالق و مالک کے سامنے اظہار بندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہیں۔ دین تمام کا تمام بندگی ہے اور نماز اس کا مظہر اتم اور دین کے ساتھ زندہ وابستگی کی ضامن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز اور فلاح کو مترادف بنا دیا گیا ہے۔

کلمات مشہور ہیں اور ان کی تعداد ترجیع کے ساتھ انیس ہے۔ یہ مسنون اذان، یعنی ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی اذان پر عمل ہے جس میں ترجیع ہے، یعنی شہادتین کو دہرانا۔ (۵۴۲/۱)

متون

امام مسلم کا منتخب متن اذان سکھانے کے بیان تک محدود ہے، لیکن کتب روایت کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو محمد زورہ رضی اللہ عنہ کو اذان سکھانے کا واقعہ ایک خاص موقع پر پیش آیا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین کی مہم سے واپسی پر ایک مقام پر پڑاؤ کیے ہوئے تھے، ابو محمد زورہ رضی اللہ عنہ کچھ ساتھیوں کے ساتھ اسی علاقے میں موجود تھے۔ اذان کی آواز سن کر ان لوگوں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے اس کی نقل کرنا شروع کر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو بلا لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو محمد زورہ رضی اللہ عنہ کی آواز بہت پسند آئی۔ اسی ملاقات میں ابو محمد زورہ رضی اللہ عنہ نے ایمان قبول کیا اور آپ نے خود انھیں اذان سکھائی تھی۔ ان کے ماتھے پر ہاتھ رکھا اور ان کے لیے برکت کی دعا کی تھی۔ مزید براں انھیں ایک تھیلی بھی دی جس میں کچھ سکے تھے۔ بیان کیا گیا ہے کہ ابو محمد زورہ رضی اللہ عنہ نے بقیہ زندگی میں کنگھی نہیں کی کہ وہاں حضور کا ہاتھ لگا تھا۔ ان روایات میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خواہش پر انھیں مکہ کا مؤذن مقرر کر دیا تھا۔ اسی طرح حضرت ابو محمد زورہ کا یہ تاثر بھی نقل ہوا ہے کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت انھیں سب سے زیادہ ناپسند تھی اور اس ملاقات کے بعد آپ سے زیادہ انھیں کوئی محبوب نہ تھا۔ کچھ راویوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر کوئی بیس لوگوں سے اذان سنی تھی، لیکن آپ کو حضرت ابو محمد زورہ کی آواز سب سے زیادہ پسند آئی تھی۔

بعض روایات میں فجر کی اذان اور اقامت سکھانے کا ذکر بھی روایت ہوا ہے۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ ایسی روایات بھی موجود ہیں جن میں وہی اذان اور اقامت بیان ہوئی ہے جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے متعلق اذان کی روایات میں مذکور ہے۔ اسی طرح بعض روایات ایسی بھی ہیں جن میں صرف اقامت کا ذکر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان سکھانے کو مسلم کی روایت میں 'عَلَّمَهُ هَذَا الْاَذَانَ' کے الفاظ میں تعبیر کیا گیا ہے۔ بعض متون میں 'اَلْقَى عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّائِيْدِيْنَ' کے الفاظ اختیار کیے گئے ہیں۔ اسی طرح بعض متون میں 'حَرْفًا حَرْفًا' کی تصریح ہے اور بعض میں بٹھا کر سکھانے کا ذکر ہے۔

مسلم کی روایت کے درمیان میں ترجیع سکھانے کا ذکر ہے۔ اس کے لیے 'ثُمَّ يَعُوْدُ فَيَقُوْلُ' کے الفاظ لکھے گئے ہیں۔ دوسری روایات میں اس مضمون کو ادا کرنے کے لیے 'ثُمَّ اَرْجِعْ فَمَدَّ مِنْ صَوْتِكَ'، 'اَرْجِعْ فَاَمْدُدْ مِنْ

صَوْتِكَ، اُرْفَعْ مِنْ صَوْتِكَ، تُخَفِّضُ بِهَا صَوْتَكَ، اَوْ بُصَوْتُ دُونَ ذَلِكَ الصَّوْتِ، جیسی تعبیرات بھی آئی ہیں۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت کے متون کا مطالعہ کرنے سے یہ تاثر ہوتا ہے کہ ترجیع کا اضافہ ایک نامقبول چیز تھی۔ چنانچہ اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کو موثر بنانے کی شعوری کوشش کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر وہ روایات جن میں انیس کلمات سکھانے کی تعبیر اختیار کی گئی ہے، میرے خیال میں اسی قبیل سے تعلق رکھتی ہیں۔

کتابیات

مسلم، رقم ۳۷۹؛ ابوداؤد، رقم ۵۰۱-۵۰۵؛ نسائی، رقم ۶۲۹-۶۳۳؛ ترمذی، رقم ۱۹۱-۱۹۲؛ ابن ماجہ، رقم ۷۰۸؛ احمد، رقم ۱۵۴۱۳، ۱۵۴۱۷؛ ابن حبان، رقم ۳۸۵؛ ابن خزیمہ، رقم ۳۷۷، ۳۷۹، ۳۸۵؛ دارمی، رقم ۱۱۹۶-۱۱۹۷؛ بیہقی، رقم ۱۷۱۳-۱۷۱۶، ۱۸۱۵، ۱۸۲۲، ۱۸۲۵، ۱۸۲۷؛ دارقطنی، رقم ۱-۲؛ سنن کبریٰ، رقم ۱۵۹۲-۱۵۹۷؛ مسند الشافعی، رقم ۱۲۰؛ طیالسی، رقم ۱۳۵۴؛ المعجم الاوسط، رقم ۱۱۵۶، ۱۶۶۰؛ المعجم الکبیر، رقم ۶۷۲۸-۶۷۳۱، ۶۷۳۲، ۶۷۳۵، ۶۷۳۸؛ مسند ابی عوانہ، رقم ۲۱۱۹؛ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۱۴۷۔